"وہ نبی" جس کا انتظار تھا؟

ڈاکٹر محمد ذکی

دنیا کے تین بڑے مذاہب — یہودیت، عیسائیت اور اسلام — کی باہمی کشمکش کی داستان اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود عیسائیت اور اسلام کی تاریخ۔ اس کشمکش کے مختلف مذہبی، سیاسی اور اقتصادی اسباب ہو سکتے ہیں لیکن بنیادی وجہ اختلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ معرکۃ الآرا خطبہ ہے جس میں انھوں نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے نصیحت کی تھی کہ :۔

خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اس کی سننا (استثنا ۱۸:۱۵)

یہ پیشین گوئی توراۃ میں ہے جسے یہودی، عیسائی اور مسلمان تینوں آسمانی کتاب اور حضرت موسیٰؑ کو خدا کا نبی مانتے ہیں اس لئے یہ پیشین گوئی تینوں کی توجہ کا مرکز اور بحث کا موضوع بنی رہی ہے۔ ایک طرف عیسائی ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جس نبی کے ظہور کی خبر دی تھی وہ حضرت عیسیٰؑ ہی تھے جو ظاہر ہو چکے۔ اس کے برخلاف یہودی ہیں جو کہتے ہیں کہ ابھی تک وہ نبی ظاہر نہیں ہوا اور ان دونوں سے الگ اہل اسلام کا مسلک ہے جو کہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں ہے۔

اس اختلاف کا منطقی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اگر عیسائی حق پر ہیں تو یہودیت کی ساری عمارت گر جاتی ہے جس کے پیرو ابھی تک اس نبی کے منتظر ہیں اور ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں کے دعوے کی بھی تردید ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہودیوں کا عقیدہ صحیح ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ عیسائیوں اور مسلمانوں دونوں کو اس نبی کی معرفت میں دھوکا ہوا ہے۔ اور اگر اسلام کا دعویٰ صحیح ہے تو پھر عیسائیت

اور یہودیت دونوں کی بنیادیں منہدم ہو جاتی ہیں۔

یہ تو اس مسئلہ کا اختلافی پہلو تھا۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر ان تینوں مذاہب کے پیرو اس نبی کی تعیین پر متفق ہو جائیں تو پھر ان کے صدیوں پرانے اختلافات اور جھگڑوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور دنیا کی بیشتر آبادی ایک مرکز پر جمع ہو سکتی ہے۔ اس اعتبار سے اس پیشین گوئی کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے جس پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ آئیے اس کا تحقیقی جائزہ لیں۔

اس اعلان میں دو باتیں تو بالکل واضح ہیں (۱) حضرت موسیٰؑ نے اپنے بعد ایک نبی کی بعثت کی خبر دی ہے۔ اور (۲) یہ کہ وہ نبی حضرت موسیٰؑ کی مانند ہوگا۔ البتہ دو باتیں تحقیق طلب ہیں۔ ایک تو یہ کہ "تیرے ہی درمیان" سے کون لوگ مراد ہیں اور دوسری یہ کہ "تیرے ہی بھائیوں" سے کن لوگوں کی طرف اشارہ ہے۔

یہ الوداعی تقریر حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے کی تھی۔ ان سے یہ خطاب دو حیثیتوں سے ہو سکتا ہے۔ ایک تو اس حیثیت سے کہ بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے جن کا لقب اسرائیل تھا۔ دوسرے اس حیثیت سے کہ بنی اسرائیل دنیا کی دوسری اقوام کے مقابلے میں حضرت ابراہیمؑ کے معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ حضرت یعقوبؑ حضرت اسحاقؑ کے بیٹے اور حضرت ابراہیمؑ کے پوتے تھے تورات کے بیان کے مطابق (پیدائش، ب۱۲، ۱۷) خدا نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی نسل کے حق میں خصوصی برکتوں اور نعمتوں کا وعدہ فرمایا تھا اور دنیا کی دوسری تمام اقوام پر ان کو فضیلت بخشی تھی۔

اب اگر حضرت موسیٰؑ کے ذہن میں خطاب کے وقت پہلی حیثیت تھی تو ان کے قول کا مطلب یہ ہوگا کہ اے اولاد اسرائیل وہ نبی تم ہی لوگوں میں پیدا ہوگا۔ بالفاظ دیگر اس نبی کا تعلق بنی اسرائیل سے ہوگا۔ اور اگر ان کے ذہن میں دوسری حیثیت تھی تو مطلب یہ ہوگا کہ اے ابراہیمؑ کے خاندان والو! وہ نبی تم ہی لوگوں میں سے ہوگا یعنی خاندان ابراہیمی سے۔ لیکن ضروری نہیں کہ حضرت اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی نسل سے ہو بلکہ حضرت ابراہیمؑ کے کسی دوسرے بیٹے کی نسل سے بھی ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے الفاظ میں قدرے ابہام تھا اور کئی معنی لئے جا سکتے تھے غالباً اسی کے پیش نظر مفہوم کو متعین کرنے کے لئے حضرت موسیٰؑ نے بعد کے الفاظ استعمال کئے ہیں یعنی یہ کہ وہ نبی تمہارے ہی بھائیوں میں سے ہوگا۔ اس طرح نبوت تمہارے ہی خاندان

میں رہےگی۔ اس مفہوم کی تائید خدا کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو حضرت موسیٰؑ نے آگے چل کر نقل کیا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے:

> میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ (استثناء ۱۸: ۱۸)

دیکھئے یہاں صرف "بھائیوں" کا لفظ استعمال ہوا ہے اور بنی اسرائیل کی طرف مطلق کوئی اشارہ نہیں۔ نیز عہد نامہ جدید میں یہ خبر اسی انداز سے نقل کی گئی ہے:

> موسیٰؑ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے مجھ سا ایک نبی برپا کرے گا (اعمال ۳: ۲۴)

ان تشریحات کی روشنی میں حضرت موسیٰؑ کے الفاظ کا مطلب یہ ہوا کہ آئندہ زمانہ میں حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں ایک نبی ظاہر ہوگا جو بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اب رہا یہ سوال کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں سے کون لوگ مراد ہیں تو اس بارے میں بھی توراۃ کا بیان بالکل واضح ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کا سلسلہ ان کے دو بیٹوں سے چلا ہے۔ ان کے بڑے بیٹے حضرت اسماعیل کی اولاد بنی اسماعیل اور دوسرے بیٹے حضرت اسحاق (اور ان کے بیٹے حضرت یعقوب) سے جو سلسلہ چلا بنی اسرائیل کے نام سے مشہور رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل کے درمیان برادرانہ تعلق رہا۔ اور توراۃ میں دونوں ہی کے حق میں خدا نے برکتوں اور نعمتوں کا وعدہ فرمایا تھا کہ ان کی نسل خوب پھیلے گی، ان میں بادشاہ اور سردار پیدا ہوں گے۔ (پیدائش ۱۲: ۲، ۱۷: ۲۱)

بلاشبہ یہ وعدے پورے ہوئے۔ بنی اسرائیل کو دنیا میں عروج ملا، انہیں اقوام عالم پر فضیلت بخشی گئی، ان میں بے مثل فرماں روا پیدا ہوئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سیکڑوں انبیاء ان میں ظاہر ہوتے رہے۔

لیکن کیا بنی اسماعیل کے حق میں بھی خدا کا وعدہ اسی طرح پورا ہوا؟ اسباب خواہ کچھ بھی ہوں بائبل اس معاملے میں خاموش نظر آتی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا کا وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں تو پورا ہو، اور ان میں بے شمار انبیاء مبعوث ہوں لیکن بنی اسماعیل میں ایک نبی بھی پیدا نہ ہو اور ان کے حق میں خدا کا وعدہ پورا نہ ہو؟!!

اسی کی طرف حضرت موسیٰؑ نے اپنے طویل خطبہ میں اشارہ کیا ہے کہ ایک وقت آئے گا جب کہ بنی اسماعیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں ان کی مانند ایک نبی پیدا ہوگا جس کی اطاعت پر بنی اسرائیل مامور ہوئے تھے۔

حضرت موسیٰؑ کے بعد وہ نبی ظاہر ہوا؟ عہد نامہ عتیق کی آخری کتاب (ملاکی) کے لکھے جانے کے وقت تک وہ نبی ظاہر نہیں ہوا تھا اور یہود کی رائے اس بارے میں معلوم و مشہور ہے کہ بقول ان کے وہ نبی ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ہے۔ البتہ حضرت عیسیٰؑ کے متبعین نے ضرور یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت موسیٰؑ اور دوسرے نبیوں نے جس نبی کی آمد کی خبر دی تھی وہ حضرت مسیحؑ ہی تھے جیسا کہ انجیل یوحنا میں ہے:

> فلپس نے نتن ایل سے مل کر اس سے کہا کہ جس کا ذکر موسیٰؑ نے توریت میں اور نبیوں نے کیا ہے وہ ہم کو مل گیا۔ وہ یوسف کا بیٹا یسوع ناصری ہے۔
> (یوحنا ۱: ۴۵)

اسی انجیل میں آگے ہے:

> پس جو معجزہ اس نے (یعنی یسوع مسیحؑ نے) دکھایا وہ لوگ اسے دیکھ کر کہنے لگے جو نبی دنیا میں آنے والا تھا فی الحقیقت یہی ہے (۶: ۱۴)

آیئے دیکھیں وہ خصوصیات جو آنے والے نبی کی بیان کی گئی ہیں حضرت مسیحؑ میں کہاں تک پائی جاتی ہیں۔

اس نبی کی پہلی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسماعیل سے ہوگا لیکن انجیل میں حضرت مسیحؑ کو اسرائیلی بتایا گیا ہے۔ انجیل متی میں حضرت مسیحؑ کا طویل شجرہ نسب دیا گیا ہے جس کی رو سے حضرت مسیح یوسف کے بیٹے تھے جن کا نسب چالیسویں پشت میں جا کر حضرت یعقوبؑ سے مل جاتا ہے۔

اگر یہ نسب نامہ صحیح ہے تو حضرت مسیحؑ اسرائیلی ہوئے نہ کہ اسماعیلی۔ اس طرح پہلی ہی صفت ان میں موجود نہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی علماء نے خود ہی یہ طے کر لیا کہ اس نبی کا تعلق بنی اسرائیل سے

ہوگا اور پھر حضرت مسیحؑ پر اس پیشین گوئی کو منطبق کرنے کے لئے یوسفؑ کے ذریعہ حضرت یعقوبؑ سے رشتہ جوڑ کر انھیں اسرائیلی ثابت کر دیا۔ لیکن یہ دعویٰ جب ہی صحیح ہو سکتا ہے جبکہ جناب مسیحؑ یوسف کے بیٹے ہوں۔ اور حقیقت میں ایسا نہیں کیونکہ تمام اناجیل میں صراحت ہے کہ حضرت مسیحؑ کنواری مریم کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جن کو کسی مرد نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس صورت میں حضرت مسیحؑ یوسف کے بیٹے کس طرح ہو گئے؟ کیا اس طرح بھی باپ بیٹے کا رشتہ قائم ہو جاتا ہے؟ جب کہ مسیحی علماء کے بقول یوسف کا مریم سے ازدواجی تعلق قائم نہیں ہوا تو حضرت مسیح نہ تو یوسف کے بیٹے ہوئے اور نہ اسرائیلی۔ اس اعتبار سے بھی یہ پیشین گوئی ان پر صادق نہیں آتی۔

اس کے علاوہ عیسائیت کا بنیادی عقیدہ ہی الجھ جاتا ہے وہ اس طرح کہ اگر حضرت مسیحؑ کو یوسف کا بیٹا تسلیم کر لیا جائے تو پھر خدا کے بیٹے ہونے کا عقیدہ جڑ سے کٹ جاتا ہے جس کی بنیاد ہی اس پر قائم ہے کہ حضرت مسیحؑ بلا باپ کے پیدا ہوئے اسی لئے انھیں خدا کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ اور اگر وہ خدا کے بیٹے تھے جیسا کہ عیسائی علماء کا دعویٰ ہے تو پھر یوسف کے بیٹے کس طرح ہو گئے؟!

یہی وہ تضاد ہے جس میں عیسائی علماء مبتلا نظر آتے ہیں کہ اگر وہ مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں تو وہ اسرائیلی نہیں ہو سکتے (کیونکہ نسب کا تعلق باپ سے ہوتا ہے) اور جب اسرائیلی نہیں ہو سکتے تو زیر بحث پیشین گوئی ان پر صادق نہیں آتی۔ اور اگر انھیں یوسف کا بیٹا بتاتے ہیں تو یہ عقیدہ ہی باطل ہو جاتا ہے کہ وہ خدا کے بیٹے تھے۔

اب عیسائی علماء اس پیشین گوئی کو حضرت مسیحؑ پر منطبق کرنے سے پہلے یہ طے کر لیں کہ حضرت مسیحؑ یوسف کے بیٹے تھے یا خدا کے۔

آیئے سلسلۂ کلام کو آگے بڑھائیں۔ دوسری نمایاں صفت اس نبی کی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ حضرت موسیٰؑ کی مانند ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ انھوں نے وقت کی سب سے بڑی جابرانہ قوت کے مقابلہ میں توحید کی دعوت دی، ہر طرح کی سختیوں کا مقابلہ کیا، بالآخر وطن کو چھوڑ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے ان کا تعاقب ہوا اور پھر ان کے دشمن تباہ و برباد ہوئے۔ ان کے خلاف ہر سازش ناکام ہوئی، وہ کامیاب ہوئے اور اپنی قوم کی رہنمائی کی۔

اب دیکھئے ان میں سے کوئی بات بھی حضرت عیسیٰؑ کی سیرت میں نظر آتی ہے جس کی بنا پر

کہا جا سکے کہ حضرت مسیحؑ حضرت موسیٰؑ کی مانند تھے۔ اس کے برعکس بقول انجیل حضرت مسیح کو ان کے مخالفوں نے نہایت آسانی کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا۔

اس موضوع پر مزید گفتگو کی حاجت نہیں۔ حضرت موسیٰؑ کی سیرت توراۃ میں موجود ہے۔ حضرت مسیحؑ کے حالات زندگی انجیل میں موجود ہیں۔ کیا کسی عیسائی عالم میں اتنی جرأت ہے کہ دونوں پر نظر ڈال کر یہ دعویٰ کر سکے کہ حضرت مسیحؑ حضرت موسیٰؑ کی مانند تھے؟

ان مباحث سے قطع نظر کیا عیسائی علماء نے اس پر بھی غور کیا کہ حضرت موسیٰؑ نے ایک نبی کی بعثت کی خبر دی ہے نہ کہ "خدا کے بیٹے کی"۔ اگر واقعی حضرت مسیحؑ کی طرف اشارہ مقصود تھا تو اس کی بہترین صورت یہ تھی کہ ان کا تعارف ایک ایسی صفت سے کرا دیا جاتا جو سوائے ان کے آج تک کسی انسان میں نہیں پائی گئی، یعنی یہ کہ وہ بدون باپ کے پیدا ہوئے۔ پس موسیٰ علیہ السلام فرما دیتے کہ تم میں ایک نبی ظاہر ہوگا جو بغیر باپ کے وجود میں آجائے گا۔ اس طرح کسی کو بھی اشتباہ نہ ہوتا کیونکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سوائے حضرت مسیحؑ کے دنیا میں کوئی شخص بھی اس صفت سے موصوف و مشہور نہیں ہوا۔

اور کیا عیسائی حضرت مسیحؑ کو دوسرے تمام انبیاء کی طرح ایک نبی مانتے ہیں؟ کیا عیسائی دنیا میں حضرت مسیحؑ نبی کی حیثیت سے تسلیم کیے جاتے ہیں؟ (یا خدا کے بیٹے کی حیثیت سے؟)

اگر یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کو خدا کا نبی نہیں مانا تو اتنا تعجب خیز نہیں جتنا عیسائیوں کا مذکورہ بالا پیشین گوئی کا حضرت مسیح پر منطبق کرنا ہے۔ کیا یہ امر قابل تعجب نہیں کہ خود حضرت مسیحؑ نے بصراحت یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں وہی نبی ہوں جس کی آمد کی خبر موسیٰؑ نے دی تھی ——— مگر عیسائی علماء ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔

حضرت مسیحؑ (بقول انجیل) نہ تو اسرائیلی تھے نہ اسمٰعیلی اور نہ حضرت موسیٰؑ کی مانند تھے اور نہ نبی تھے ——— پھر بھی تمام حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے اور نتائج سے صرفِ نظر کر کے عیسائی علماء اس پیشین گوئی کو حضرت مسیحؑ پر منطبق کر دیتے ہیں!!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت مسیحؑ وہ نبی نہیں تو ان کے علاوہ بھی کسی ہستی پر یہ پیشین گوئی منطبق ہوتی ہے؟

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد سے آج تک کسی انسان نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ موسیٰؑ نے جس نبی کی آمد کی خبر دی تھی وہ میں ہوں، سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اس کے ثبوت میں قرآن حکیم کی بہت سی آیات اور احادیث نقل کی جا سکتی ہیں لیکن یہاں ہم صرف ایک آیت کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں۔ اعلان نبوت کے کچھ ہی دن بعد آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام لوگوں کو سنایا:

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًاۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًاؕ (المزمل)

تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔

ان لوگوں کے نزدیک جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے جو بذریعہ وحی آپ پر نازل ہوا اور آپ نے سنایا، لیکن جو لوگ آپ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے ان کے نزدیک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعویٰ کیا کہ مجھ کو اسی طرح نبی بنا کر بھیجا گیا ہے جس طرح موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ گویا توراۃ کے الفاظ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ کے مانند نبی ہیں۔ تاریخ کی روشنی میں اپنی نوعیت کا اور نہایت واضح الفاظ میں پہلا دعویٰ ہے۔

نبوت کا دعویٰ کس نے کیا ہے؟ بنی اسرائیل کے بھائیوں، یعنی بنی اسمٰعیل میں سے ایک فرد نے۔ اس طرح اس پیشین گوئی کی تمام شرطیں پوری ہو جاتی ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے حضرت موسیٰؑ کی مانند خدا نے ایک نبی ظاہر کر دیا۔ کیا اس کے لئے مزید ثبوت اور دلیل کی ضرورت ہے۔

حضرت موسیٰؑ کی سیرت بائبل میں محفوظ ہے۔ آج دنیا کا ہر انسان دونوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ دونوں کی سیرت میں اس درجہ مشابہت ہے کہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰؑ کی مانند اللہ کے رسول ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ چیلنج بھی دے سکتے ہیں کہ جتنی مشابہت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت محمدؐ کی ثابت ہے اتنی دنیا کے کسی انسان سے ثابت نہیں کی جا سکتی۔ اب اگر کسی میں ہمت ہے تو تاریخ کی ورق گردانی کرے اور کسی ایسی ہستی کو پیش کر کے دکھا دے۔

یہی نہیں۔ آپ اس پیشین گوئی کے الفاظ پر جتنا غور کریں اتنی ہی یہ حقیقت نکھرتی چلی جائیگی کہ حضرت موسیٰؑ کی پیشین گوئی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی پر صادق نہیں آتی اور صرف آپ ہی پر پوری طرح منطبق ہوتی ہے۔

اب ذرا اس پر غور فرمایئے کہ حضرت موسیٰؑ کے بعد سینکڑوں انبیاء بنی اسرائیل میں ظاہر ہونے والے تھے پھر ایک خاص نبی کی بعثت کا ذکر اس اہتمام کے ساتھ کیوں کیا گیا۔ آنے والا نبی چاہے موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہو یا نہ ہو اس کی اطاعت بہر حال لازم تھی پھر ایک خاص نبی کی جو موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہو اس کی اطاعت پر کیوں زور دیا گیا؟ اور صرف حضرت موسیٰؑ ہی نے ایسا نہیں کیا، بقول بائبل بعد کے انبیاء بھی اس کی آمد کی خبر دیتے رہے اور اس کی مختلف صفات بیان کرتے رہے۔ اس نبی کی شان ہی کچھ ایسی تھی کہ بنی اسرائیل کو اس کے ظہور کا بہت انتظار تھا۔ ملاکی نبی نے خدا کا یہ فرمان نقل کیا ہے:

"اں عہد کا رسول جس کے تم آرزو مند ہو آئے گا رب الافواج فرماتا ہے۔"

(ملاکی ۳: ۱)

یہاں اس نبی کا تعارف "عہد کا رسول" سے کرایا گیا ہے یعنی جس کی اطاعت کا عہد بنی اسرائیل سے اس قدر اہتمام کے ساتھ لیا گیا تھا اور شاید بار بار کہ اس نبی کا گویا نام ہی عہد کا رسول پڑ گیا تھا۔ ایسا اس لئے تو نہیں کیا گیا کہ بنی اسرائیل کی طرف سے اندیشہ تھا کہ یہ اس کی اطاعت سے انحراف کرنے والے تھے، شاید اس بنا پر کہ وہ ان میں سے نہیں بلکہ بنی اسمٰعیل سے آنے والا تھا۔

بہر حال وہ نبی اس حد تک مشہور ہو چکا تھا اور اس کے اتنے چرچے تھے کہ اس کا ایک نام ہی "وہ نبی" مشہور ہو چکا تھا۔ اس سلسلہ میں انجیل یوحنا کا یہ بیان خاص طور پر قابل توجہ ہے، جب یوحنا (یحییٰ) کی نبوت کی شہرت ہوئی تو۔

یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں۔

کیا تُو نبی ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں، ..... انھوں نے اس سے
یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے ؟
(یوحنا، باب ۱ ۱۹۔ ۲۵)

اس اقتباس سے یہ حقیقت ظاہر ہے کہ حضرت مسیحؑ کی بعثت سے پہلے بنی اسرائیل تین ہستیوں کی آمد کے منتظر تھے، ایلیاہ، مسیح اور وہ نبی، گویا اس نبی کا نام لینے کی ضرورت نہیں تھی، اس کی کسی نمایاں صفت بتانے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ صرف "وہ نبی" کہہ دینا کافی تھا اور مخاطب فوراً سمجھ جاتا تھا کہ اس سے کون شخص مراد ہے، یعنی وہی نبی جس کی آمد کی خبر موسیٰ علیہ السّلام اور بعد کے بہت سے انبیاء نے دی تھی۔

کیا آپ نے کبھی اس بات پر بھی غور کیا کہ یوں تو دنیا میں خدا کے بے شمار انبیاء اور رسول آئے ہیں لیکن سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی "وہ نبی" (عربی میں) "النبی" (انگریزی میں) The Prophet [1] کے نام سے مشہور ہوا ہے ؟

جب کوئی کہتا ہے "سیرت النبی" "قال النبی" "The Life of the Prophet" "The Prophet said"، تو اس سے کون سی ہستی مراد لی جاتی ہے ؟ کیا آج علمی دنیا میں ان الفاظ سے سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور ہستی کو مراد لیا جا سکتا ہے ؟

اگر آپ کے نزدیک تاروں کا شمار مشکل ہے تو ہم پورے اعتماد کے ساتھ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ساری دنیا کے انسان بھی مل کر شمار نہیں کر سکتے کہ کتنی بار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو "النبی" اور The Prophet کہا اور لکھا جا چکا ہے۔

---

[1] اس وقت میرے سامنے عہد نامہ جدید (انجیل) کے دو انگریزی ترجمے ہیں اور دونوں ہی براہ راست یونانی سے کئے گئے ہیں (۱) The Twentieth Century New Testament: New York 1904 اس میں "النبی" کا ترجمہ اس طرح کیا گیا ہے The Prophet (۲) اور The New Covenant. New York 1946 اس میں اسی مقام (یوحنا باب ۱، ۲۵) کا ترجمہ یہ ہے The Prophet.

دنیا اس نبی کی منتظر تھی، بنی اسرائیل اس کو "وہ نبی" کے نام سے جانتے تھے۔ اور جب "وہ نبی" ظاہر ہو گیا تو سب ہی نے اسے "النبی" "الرسول" The Prophet کہہ کر پکارا۔ دوست اور دشمن، اپنے اور پرائے، عقیدت مند اور ناقد سب نے "النبی" اور The Prophet کہا اس کے باوجود اس کو "وہ نبی" تسلیم نہ کیا جائے تو اس سے بڑھ کر قابل تعجب اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ یعنی زبان سے تو سب "وہ نبی" The Prophet کہیں اور ساتھ ہی ساتھ انکار بھی کر دیں اس تضاد کی مثال شائد آسانی سے نہ مل سکے۔

جس کو دنیا نے ایک بار بھی "النبی" یا The Prophet نہ کہا ہو اس کو "وہ نبی" سمجھ لیا جائے تو اس فیصلہ پر کیا کیا جا سکتا ہے؟ کیا اب بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے "وہ نبی" ہونے میں کوئی شبہ باقی ہے؟!

پیشین گوئی کے الفاظ پر پھر ایک بار نظر ڈالئے۔ وہ نبی موسیٰ کی مانند ہو گا، اس کی اطاعت کا حکم ہے۔ اس سلسلے میں یہ سوال اٹھ سکتا تھا اور اٹھنا چاہئے تھا کہ اگر کسی شخص نے (بنی اسرائیل سے، بنی اسمٰعیل سے یا کسی بھی قوم سے) یہ دعویٰ کیا کہ میں وہی نبی ہوں جس کی خبر موسیٰ علیہ السلام نے دی ہے اور میں موسیٰ کی مانند ہوں تو یہ بات کس طرح ثابت ہوگی کہ یہ شخص موسیٰ کی مانند ہے۔ اس کا قطعی فیصلہ تو ایک عرصے کے بعد ہی ممکن ہے اس کے لئے انتظار کرنا پڑے گا کہ کب اس کا تصادم زبردست طاقت سے ہوتا ہے۔ اور پھر دیکھنا ہوگا کہ غالب کون آتا ہے اور پھر موسیٰ علیہ السلام کی طرح کامیاب ہو کر ماننے والوں کی وہ رہنمائی کرتا ہے کہ نہیں؟ تو کیا فیصلہ کے دن تک اس کی نبوت معرض التوا میں رہے گی؟ بہر حال اس نبی کے معاصرین کے لئے یہ مسئلہ ضرور تھا۔ اس کا حل؟

کیا یہ ممکن نہ تھا کہ اس نبی کی کوئی ایسی صفت یا نشانی بتا دی جاتی کہ اول دن ہی سے معلوم ہو جاتا کہ یہ "وہ نبی" ہے اور حضرت موسیٰ سے مشابہت ثابت ہونے کے وقت تک انتظار نہ کرنا پڑتا؟

یقیناً خدا کے نزدیک ایسی بہت سی صورتیں ممکن تھیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی تھی:

دنیا بھر کی قوموں اور خاندانوں میں سے صرف ایک خاندان کا انتخاب کر لیا جاتا اور اسی خاندان سے انبیاء اٹھائے جاتے اور اس کا اعلان کر دیا جاتا تاکہ جب بھی کوئی اس خاندان سے باہر نبوت کا دعویٰ کرتا اس کو جھوٹا سمجھ لیا جاتا۔

حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا کہ نبوت کے لئے اسی کو چن لیا گیا اور حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے حضرت اسحٰقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کا انتخاب کیا گیا اور پھر ان ہی کی اولاد سے انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔ اس طرح اب لوگوں کو اس کشمکش میں مبتلا ہونا نہیں پڑتا تھا کہ یہ شخص سچا نبی ہے یا جھوٹا مدعی۔ یہ سلسلہ مدتوں تک چلتا رہا۔

اب تکوینی مصالح کی بنا پر ایک خاص نبی کی بعثت مقصود تھی اور سب کے لئے اس کی اطاعت بھی لازمی قرار دی جا رہی تھی لہٰذا اس غیر معمولی شخصیت کی یہ واضح نشانی بتادی گئی کہ وہ خاص نبی بنی اسمٰعیل سے ہوگا۔ یعنی پے در پے سینکڑوں انبیاء بنی اسرائیل میں پیدا ہوتے رہیں گے اور ادھر بنی اسمٰعیل میں کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ لیکن جب بھی بنی اسمٰعیل میں کوئی شخص نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھے تو سمجھ لینا کہ یہ وہی نبی ہے۔

رہا اس شبہ کا امکان کہ ضروری نہیں کہ جو مدعی بنی اسمٰعیل سے اٹھے وہ سچا ہی نبی ہو۔ اس کا ازالہ اس طرح ممکن ہے کہ یہ اعلان کر دیا جائے کہ بنی اسمٰعیل سے "وہی نبی" ظاہر ہوگا جو پہلا اور آخری نبی ہوگا تاکہ کسی بھی شبہ کا امکان نہ رہے [illegible] وہ نبی آئندہ آئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت اسمٰ[illegible] میں ہزاروں سال تک کسی فرد نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس نوعیت کا پہلا اور آخری دعویٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کیا ہے چنانچہ جب قرآن نے مخاطبین کو اس طرف متوجہ کیا کہ:

تَنۡزِيۡلَ الۡعَزِيۡزِ الرَّحِيۡمِۙ لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ۝[1] (یٰسین)

اتارا زبردست رحم والے نے تاکہ تو ڈ[illegible] قوم کو کہ ڈر نہیں سنا ان کے باپ دادوں نے سو ان کو خبر نہیں۔

تو کسی کی یہ ہمت نہ ہو سکی کہ اس کی تردید کر سکے اور بتائے کہ بنی اسمٰعیل میں آپ سے پہلے بھی کوئی نبی آیا ہے۔

اب آپ کی سمجھ میں یہ بات آگئی ہوگی کہ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے بعد یہود کیوں مدینہ میں آکر بس گئے تھے۔ کیا اس بات سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ انھیں علم تھا کہ بنی اسمٰعیل میں ایک نبی

---

[1] یہی مضمون سورہ القصص ۵ اور السجدہ ۱ میں بھی دہرایا گیا ہے۔

ظاہر ہونے والا ہے اور وہ ہجرت کر کے یثرب آئے گا۔

یہاں ایک اور نکتہ بھی قابل توجہ ہے وہ یہ کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ کی بعثت تک اس نبی کے چرچے تو بہت رہے لیکن نام سے شہرت نہیں ہوئی۔ اس کا ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ کسی ممتاز شخصیت کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھ لیا کرتے ہیں اس صورت میں اشتباہ کا امکان بہر صورت رہتا ہے کہ اس نام سے کون سا شخص مراد ہے یہی معاملہ اس نبی کے ساتھ بھی ہو سکتا تھا۔

اس کے علاوہ اس میں ایک لطیف نکتہ بھی ہے۔ بعض شخصیات اپنے نام سے اتنی مشہور و معروف نہیں ہوتیں جتنی اپنے لقب یا منصب سے ہو جاتی ہیں۔ مثلاً جب کسی ملک میں ہم کہتے ہیں کہ شہنشاہ، صدر، سلطان یا وزیر اعظم نے یہ حکم جاری کیا ہے تو نام جانے بغیر ہر شخص سمجھ جاتا ہے کہ اس سے ملک کا حاکم اعلیٰ مراد ہے اور اس میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہتا۔ لیکن ایسا ہونا چند صورتوں کے ساتھ مقید ہے۔

(۱) اس طرح شخص مخصوص صرف اسی علاقہ میں پہچانا جا سکتا ہے جس میں اس کی حیثیت مسلّم ہو۔ مثلاً سعودی عرب میں جب شاہ یا ملک کہا جائیگا تو وہیں کا شاہ یا ملک مراد ہوگا لیکن جب کسی دوسرے ملک میں شاہ یا ملک بولا جائیگا تو وہیں کا بادشاہ مراد ہوگا۔ یہی صورت وزیر اعظم اور صدر کے معاملہ میں ہوگی۔

(۲) منصب سے اسی وقت تک وہ شخص پہچانا جائے گا جب تک وہ اس منصب پر فائز اور زندہ بھی رہے گا۔ معطل ہو جانے یا مر جانے کے بعد اب اس منصب سے وہی شخص مراد ہوگا جو اس وقت اس پر فائز ہوگا۔

(۳) اس طرح منصب سے کوئی شخص ساری دنیا میں اور ہمیشہ مشہور و معروف نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر ملک کا حاکم اعلیٰ الگ ہوتا ہے اور مختلف لوگ اس پر فائز ہوتے رہتے ہیں۔

(۴) ایک وقت میں ایک منصب پر ایک ہی شخص فائز ہو ورنہ اشتباہ ناگزیر ہو جائے گا۔ مثلاً کسی ملک میں اگر دو صدر، یا دو وزیر اعظم ہوں تو پھر مخاطب نہیں سمجھ پائے گا کہ اس سے کون سا صدر یا وزیر اعظم مراد ہے۔

اس تمہید کو ذہن میں رکھنے کے بعد اب منصب نبوت پر غور کیجئے دیکھئے حضرت موسیٰ کے زمانہ ہی سے ایک نبی (جس کی آمد کی حضرت موسیٰ نے بشارت دی تھی) "وہ نبی" "النبی" "الرسول" The Prophet کے نام سے مشہور ہو چکا تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک جب بھی کوئی یہ نام لیتا اس سے وہی نبی مراد ہوتا تھا جس کا ذکر موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا کیونکہ اس طویل مدت میں اس منصب کے ساتھ کسی دوسری ہستی پر اس کا اطلاق کبھی نہیں ہوا تھا اور عقل یہ بھی کہتی ہے کہ تا اختتام عالم اس لقب یا مخصوص صفت کا اطلاق کسی دوسری ہستی پر نہ ہو ورنہ پھر شبہ پیدا ہو جائے گا کہ "النبی" سے کون سا "النبی" مراد ہے۔

گویا اس اسم کا تقاضہ ہی یہ ہے کہ جب "وہ نبی" یا النبی (The Prophet) ظاہر ہو جائے تو پھر کوئی "النبی" (یا The Prophet) کے نام سے ظاہر یا مشہور و معروف نہ ہو۔

اور اگر کوئی ہستی ہر ملک اور ہر زمانہ میں اسی نام سے مشہور و معروف ہو یعنی دنیا کے جس خطہ میں اور کسی بھی زمانہ میں جب "النبی" کہا جائے تو مخاطب فوراً سمجھ لے کہ اس سے کون مراد ہے تو اس کا مطلب یہی سمجھا جائے گا کہ اس ہستی کی نبوت دنیا کے ہر خطہ اور ہر زمانہ پر حاوی ہے۔

اب یہ فیصلہ دنیا کو کرنا ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جو ہزارہا سال سے "النبی" "الرسول" The Prophet کے نام سے مشہور چلی آرہی ہے بالخصوص جب کہ اس نام یا منصب کا اطلاق اس ہستی کے سوا کسی اور پر نہ ہوا ہو، نہ ہو رہا ہو۔

روشنی ستاروں سے بھی ملتی ہے اور شمس و قمر سے بھی۔ اگر کوئی یہ کہے میں نے ایک ستارہ دیکھا ہے تو سننے والا کہے گا، دیکھا ہوگا کوئی ستارہ، آسمان میں سیکڑوں ستارے ہیں لیکن جب کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے آفتاب دیکھا ہے تو کم از کم اس دنیا میں تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کون سے آفتاب کا ذکر کر رہے ہو۔

اگر رات کا وقت ہو اور لوگ روشنی کے محتاج اور منتظر ہوں کہ کب سورج طلوع ہوتا ہے اور کب ہمیں روشنی ملتی ہے۔ پھر انتظار کے بعد آفتاب طلوع ہو اور دنیا پکار اٹھے کہ آفتاب طلوع ہو گیا اس وقت اگر کوئی یہ کہے کہ کون سا آفتاب نکلا ہے، یا ہٹ دھرمی سے کہتا رہے کہ معلوم نہیں کون سا آفتاب طلوع ہوا ہے اور طلوع ہوا بھی کہ نہیں تو پھر اس شخص کے بارے میں دنیا جو کچھ کہے گی سب جانتے ہیں۔

مثل مشہور ہے جادو وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے۔ دنیا (بالخصوص بنی اسرائیل) ہزاروں سال سے منتظر تھی کہ کب "وہ نبی" "النبی" The Prophet ظاہر ہو۔ جب "وہ نبی" ظاہر ہو گیا ساری دنیا نے شعوری یا لاشعوری طور پر یک زبان ہو کر اسے "النبی" اور The Prophet کے نام سے جان لیا' لاکھوں بار اسی نام سے پکار لیا اور پکار رہی ہے۔ کوئی دوسرا اس نام سے نہ ظاہر و مشہور ہوا نہ ہے' اس پر بھی اگر کوئی یہی کہتا رہے کہ "وہ نبی" "النبی" ظاہر نہیں ہوا یا یہ کون سا "النبی" یا The Prophet ہے تو اس کے بارے میں کیا کہا جائے؟!

اب تک ہمارا روئے سخن یہود و نصاریٰ کی جانب تھا جو بائبل کو الہامی کتاب اور موسیٰؑ کو خدا کا نبی مانتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو موسیٰ علیہ السلام کو خدا کا نبی تسلیم نہیں کرتے بلکہ کسی بھی مذہب کے قائل نہیں۔ ان لوگوں کو بھی کم از کم ان مسائل پر تو غور کرنا ہی پڑے گا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً دو ہزار سال پہلے حضرت موسیٰؑ نے یہ خبر دی تھی کہ میری مانند ایک نبی ظاہر ہو گا۔ آج حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت دنیا کے سامنے ہے۔ اور ناقابل انکار مشابہت بھی۔

کیا کوئی انسان بالقصد اپنی پیدائش سے وفات تک کی زندگی کو کسی نمونہ میں ڈھال کر مشابہت پیدا کر سکتا ہے؟ اگر نہیں تو وہ کون سی ہستی ہے جس کو دو ہزار سال پہلے سے علم تھا کہ بنی اسرائیل کے بھائیوں میں ایک نبی پیدا ہو گا جو موسیٰؑ کی مانند ہو گا۔

اور یہ کہ بائبل میں جس نبی کی آمد کی خبر دی گئی تھی وہ النبی" (The Prophet) "وہ نبی" کے نام سے مشہور ہو چکا تھا۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس نام سے مشہور و معروف ہوئے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ دنیا کے سارے انسان —— جو آپ پر ایمان رکھتے ہیں وہ بھی اور جو نہیں رکھتے وہ بھی بلکہ جو کسی مذہب کے بھی قائل نہیں وہ بھی آپ کو ہی "النبی" اور The Prophet کہتے ہیں مگر مانتے نہیں!